عارف حسین

پی ایچ ڈی اسکالر

شعبۂ اردو، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ڈاکٹر ظفر احمد

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبۂ اردو، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اردو رسم الخط کا ارتقا

ABSTRACT

_"The evolution of Urdu manuscripts".

By Arif Hussain, PhD scholar, Department of Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad.

By Dr. Zafar Ahmed, Assistant Professor, Department of Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad.

The history of Rasm-ul-Khat is as old as human life. Rasm-ul-Khat plays an important role in human life and is a basic human need. It has created many conveniences in our lives. History will always remember those who invention the script writing. It was founded with the help of human voices and as a pictorial script. Then the pictures were given the form of lines and symbols and the script came into being through special symbols. Most of the world's ancient languages are still in use today in the form of pictorial script and images. Urdu script is also a collection of scripts of other languages of the world which came into existence in the style of sounds, pictures, lines and later it developed in the form of symbols. The study of the tradition of Urdu Rasm-ul-Khat is an interesting subject.

Keywords: Rasm-ul-Khat, History, Script Writing, Language, Urdu, Human Life.

رسم الخط کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی اس دنیا میں انسانی زندگی۔ یہ انسانی زندگی میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے اور ایک بنیادی انسانی ضرورت بھی ہے۔ اس سے ہماری عملی زندگی کو بقا مل گئی ہے۔ رسم الخط کی ترقی اور اس کے فروغ کے لیے کام کرنے والوں کو تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ اس کی بنیاد انسانی آوازوں پر رکھی گئی ہے اور ابتدا میں تصویری رسم الخط کا آغاز ہوا۔ پھر تصویروں کو لکیروں اور نشانات کی شکل دی گئی اور یوں مخصوص نشانات کے ذریعے موجودہ رسم الخط وجود میں آیا۔

دنیا کی اکثر قدیم زبانیں آج بھی تصویری رسم الخط کی صورت میں رائج ہیں۔ اُردو رسم الخط بھی دنیا کی دوسری بڑی زبانوں کے رسم الخط کی طرح مکمل شکل میں موجود ہے جو کہ آوازوں، تصویروں اور لکیروں کی طرز پر وجود میں آیا اور اس کے بعد علامات کی صورت میں اسے فروغ حاصل ہوا۔ اُردو رسم الخط کے ارتقاء کا مطالعہ ایک اہم موضوع ہے۔

رسم الخط انسانی زندگی کی ایک بنیادی، بڑی اور حیران کن ایجاد ہے کیوں کہ دنیا کی تمام مخلوقات میں صرف انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو کہ لکھنے کا فن جانتی ہے۔ موجودہ زمانے میں تحریر یا رسم الخط موجودہ دور کی ایک اہم ترین اور بنیادی ضرورت بن چکا ہے۔ ہماری زندگی میں روزمرّہ انجام پانے والے اُمور زبانی کم اور تحریری طور پر زیادہ سے زیادہ انجام پذیر ہوتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ کہ آج کا انسان اپنا وقار اور اعتبار اس قدر کھو چکا ہے کہ اس کی زبانی باتوں پر کم جب کہ تحریری صورت میں لکھی گئی باتوں پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ جب کوئی کام یا معاہدہ تحریری صورت میں طے پا جاتا ہے تو اس سے انسان کی تسلی کے لیے کئی ایک تحفظات دُور ہو جاتے ہیں، جن کے باعث وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تحریر کی اہمیت بڑھتی چلی جا رہی ہے اور تحریر کے استعمال سے نہ صرف کاروبارِ زندگی کو سہل اور محفوظ بنانے کا کام لیا جا رہا ہے بلکہ تحریر ایک فن کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ بلاشبہ یہ انسانی تہذیب وثقافت کا ایک شاہکار ہے جس کے باعث ہم اپنے اسلاف کی تاریخ اور دنیا سے گزر جانے والے انسانوں کے کارناموں اور فن پاروں کو صدیوں زندہ جاوید رکھنے کا کام بھی لیتے ہیں اور ان کی غیر موجودگی میں ان کے افکار اور نظریات سے استفادہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علم و ہنر کے اس دور میں جب لوگوں کا خیال تھا شاید دیگر ذرائع ابلاغ کے باعث وہ تحریر کی اہمیت کو کم کر سکتے ہیں، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کے برعکس تحریر کی اہمیت دِن بدن زیادہ ہوتی چلی جا رہی ہے اور آنے والے وقت میں بھی اس کی اہمیت کم ہونے کی بجائے زیادہ ہوگی کیوں کہ اس کے بغیر کسی بھی ترقی یافتہ معاشرے کے قیام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

انسانی زندگی گونا گوں مصروفیات کے ساتھ مسائل سے بھری پڑی ہے، لہٰذا ان مسائل کے حل کے لیے ہمیں اکثر اوقات تحریر کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اس طرح تحریر ہماری زندگی میں لازم وملزم جز کی حیثیت رکھتی ہے۔ لکھنے کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟ اس حوالے سے اگر تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اس کے کوئی واضح اور ٹھوس شواہد ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکے۔ البتہ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انسانی بچوں میں ایک قدر مشترک ہے کہ ان کے ہاتھ میں جو چیز آ جائے، وہ اس سے زمین یا دیواروں وغیرہ پر لکیریں کھینچنے لگتے ہیں۔ گویا قدرت نے لکھنے کی استعداد انسانوں میں شروع ہی سے ودیعت کی ہے، جس کا اظہار بچپن سے ہونے لگتا ہے۔ تاریخ انسانی کے حوالے سے اگر جائزہ لیا جائے تو انسان کے اس کارنامے کو اس طرح سے خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے:

''فن تحریر بلاشبہ انسانی تاریخ کا ایک بڑا کارنامہ ہے جس نے صرف معلوم تہذیبوں

کے نقوش، معاملات، فنون لطیفہ، تاریخ و تمدن کو ہی محفوظ نہیں کیا بلکہ کھوئی ہوئی تہذیبوں کی دریافت میں مرکزی کردار ادا کر کے انسانی تحریر کے شعور کو تمام علوم وفنون میں افضلیت کا درجہ دلا دیا ہے۔(۱)

تہذیب انسانی کے آغاز سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ انسان نے اپنی آواز کے ساتھ ساتھ دیگر آوازیں پیدا کرنے والے آلات جن میں سنکھ، ڈھول، طبلہ، بانسری اور اسی طرح کے دیگر سمعی و بصری آلات کے علاوہ آگ، دھواں، روشنی اور مخصوص قسم کے شور وغل پیدا کرنے کے ذرائع کو اختیار کیا جن سے وہ انسانی توجہ حاصل کرنے کا کام لیتا تھا لیکن تحریری ابلاغ کے لیے استعمال ہونے والے شواہد کا اگر جائزہ لیا جائے تو آثار قدیمہ سے برآمد ہونے والی مختلف انواع کی چھڑیوں سے ہوتا ہے کہ انسان کسی زمانے میں ان سے دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کا کام لیتا تھا۔ یہ چھڑیاں روسی، اطالوی اور شمالی امریکہ کے علاقوں سے ملی ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ ان چھڑیوں کا استعمال سرکاری خزانے میں رقم کے لین دین کے لیے بھی کیا جاتا ہوگا۔ اس کے علاوہ مختلف قسم کے ظروف یا عمارات پر نقش ونگاری کا کام بھی انسانی فطرت میں تحریر کی صورت کو ظاہر کرتا ہے۔ آج سے تقریباً تیس ہزار سال پہلے ہڈیوں پر کندہ کاری کے نمونے، مقبروں اور کتبوں پر تحریر کے ابتدائی نمونے ملتے ہیں جو انسان نے اپنی یادداشت کے لیے ابتدا میں استعمال کیے ہوں گے۔ تاریخی حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان نے ابتدائی تحریر کے لیے پہلے پہل ایسی فنا پذیر اشیاء کا استعمال کیا جن میں درختوں کے پتے، درختوں کی چھال، لکڑی اور ہڈیوں وغیرہ پر اپنی یادداشت لکھنے کا کام کیا تھا جو کہ اپنی ناپائیداری کے باعث وقت کے ساتھ ساتھ فنا ہوتی گئیں اور اس کے کوئی آثار ہمارے پاس آج دستیاب نہیں ہیں، مگر جب انسان نے ترقی کرتے ہوئے پتھروں، دھات، مٹی کے برتنوں اور مقبروں کے کتبوں پر نقش ونگار کے فن کو اپنایا اور اس فن کو فروغ دینے کی کوشش کے ساتھ ساتھ اسے محفوظ بنانے کے طریقے بھی سوچے، جس سے تحریر کے ہلکے سے ابتدائی نقوش کا پتا چلتا ہے۔

"سومیریوں نے لکھنے کا فن سب سے پہلے ایجاد کیا مگر ان سے حروف تہجی ایجاد نہ ہو سکے تھے۔ بلکہ انھوں نے اپنے مطالب کے اظہار کے لیے کچھ نشانات وضع کر لیے۔ جسے ابتدا میں تصویری تحریر کا نام دیا گیا۔ مگر رفتہ رفتہ سومیریوں نے اس فن میں ترقی کی اور اپنا رسم الخط ایجاد کر لیا جسے میخی خط بھی کہا جاتا ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ میخی خط سومیریوں کی ہی ایجاد ہے"۔(۲)

پھر تحریر کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہوگی، اس کے آثار ہمیں جنوبی فرانس اور شمالی سپین کے غاروں کی دیواروں پر کندہ تصاویر سے بھی ملتے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ آثار بیس ہزار سال پہلے بنائی گئی اُن تصاویر کے ہیں جن سے اُس وقت کے انسان کو واسطہ پڑتا تھا مثلاً ریچھ، بھینس، ہرن، ہاتھی، گھوڑے وغیرہ کی ایسی تصاویر جو کسی نشان یا علامت کے لیے بنائی گئی

ہوں گی کیوں کہ ابتداء میں تحریر کی بجائے مخصوص نشانات سے چیزوں کو ظاہر کیا جاتا تھا اور ان سے ابلاغ کا کام لیا جاتا تھا۔ اگر اس بات پر غور کیا جائے تو یہی تحریر کی ابتدائی شکلیں اور نمونے تھے جو اس دور میں ایک دوسرے تک اپنی بات پہنچانے کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔رسم الخط اور فن تحریر بلاشبہ صوتی ارتقا کی بعد وجود میں آیا ہے۔ اس حوالے سے محمد اسحاق صدیقی لکھتے ہیں:

''فن تحریر کے ارتقا کی پہلی منزل میں تصویری خط کو دیکھ کر سمجھا جاتا ہے، پڑھا نہیں جاتا۔ دوسری منزل میں ہر تصویر کو اُس کے نام سے پکارتے ہیں۔ اگر کوئی تصویر ایک سے زائد خیالات کو ظاہر کرتی ہے تو اُس کے متعدد نام ہوتے ہیں۔عموماً ہر تصویر ایک لفظ کی قائم مقام ہوتی ہے۔ ایسے نشان کو"لفظ کی علامت"(Logogram) کہا جاتا ہے لیکن بعض ماہرین (Ideogram) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جس کے معنی "تصویر خیالی" کے ہیں۔''(۳)

قدیم عربوں میں یہ رواج رہا ہے کہ اونٹوں کے مختلف اعضاء پر مختلف قسم کے نشانات بنائے جاتے تھے تاکہ انھیں اپنے جانوروں کو دیگر جانوروں سے ممتاز کر کے ان کو پہچاننے میں آسانی رہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہی تحریر کی ابتدائی شکلیں تھیں، لیکن بعض تحقیق دانوں کے نزدیک یہ انکشاف ہوا ہے کہ تحریر کا باقاعدہ آغاز مصر کے پہلے بادشاہ بتاؤس کے زمانے سے ہوا کیوں کہ اس وقت تحریر اور صوتی عنصر کی پرواہ کیے بغیر ایک خط رائج تھا۔ جیسے جیسے تہذیب انسانی نے ترقی کرنا شروع کی، معاشرتی رابطوں میں اضافہ ہوا اور مال کے بدلے مال اور کاروباری انداز سے چیزوں کا لین دین قیمتاً شروع ہوا تو انسان نے دستاویزی تحریر کا شدت سے احساس کیا اور رسم الخط کی داغ بیل ڈالی گئی جس کے نتیجے میں وہ نشانات، علامات اور تصاویر کے بعد اگلا قدم اُٹھانے میں کامیاب ہو گئے جو کہ حروف تہجی کی شکل میں تھا جس کی بدولت انسانی اصوات کو تحریر کے ساتھ جوڑنے کی کامیاب کوشش کی گئی۔ مختلف انسانی تہذیبوں نے اپنے اپنے طور پر اصوات سے رسم الخط تک کا سفر کیا جبکہ ان تمام مراحل کا باقاعدہ کوئی ایسا تصور سامنے نہیں آسکا البتہ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے اپنی کتاب ''اُردو رسم الخط اور املا: ایک محاکمہ'' میں کچھ شواہد کا ذکر ضرور کیا ہے جس کے مطابق:

''لسانیاتی قواعد میں لفظ آوازوں کا مجموعہ ہے جبکہ عام قواعد اسے حرفوں کا مجموعہ قرار دیتی ہے۔ اس اعتبار سے جدید لسانیات اور عام علم زبان و قواعد کے ادرکات ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ اوّل الذکر کا تعلق صرف تقریری یا ملفوظی زبان سے ہے اور موخر الذکر کا زیادہ تر تحریری یا مکتوبی زبان سے۔ تحریری زبان پر جدید لسانیات کا اطلاق بہت سے مستثنیات کا لحاظ رکھے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔''(۴)

تاریخی حوالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُردو رسم الخط کی بنیاد عربی رسم الخط کی طرز پر رکھی گئی ہے کیوں کہ یورپ، افریقہ اور ایشیا کے زیادہ تر رسم الخطوں کی طرح عربی رسم الخط کا بنیادی ماخذ خط فنیقی ہے اور یہ خط شروع سے ہی ترقی کی منازل طے کرتا رہا ہے۔تحریر کی ترویج و ترقی میں تجارتی، حکومتی و مذہبی اور کاروباری تقاضوں کا بہت بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔دنیا کے قدیم ترین رسم الخطوں میں مصری، سمیری اور چینی اہم خط ہیں اور انہی تین خطوط کی بنیاد پر فینیقی، آرامی، عبرانی، تدمری اور سریانی خط شامل ہیں۔لہٰذا اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تاجروں نے تحریر کو جو عروج بخشا ہے، اس کی حیثیت زیادہ اہم اور مسلم ہے۔فنیقی رسم الخط کے ذریعے سے اُس دور کے وہ تمام تقاضے پورے ہو رہے تھے جن کی اُس وقت کے روزمرہ امور طے کرنے میں ضرورت پیش آسکتی تھی۔ یہ خط ایک فنیقی تاجر کے نام سے منسوب تھا جس کی تجارت برصغیر پاک و ہند سے لے کر پورے یورپ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس لیے اُس نے مصری ہیروغلفی، سمیری میخی یا مسماری، قدیم سندھی اور عربا سات اِبل کے نام سے چار خطوں کو ملا کر ایک علیحدہ سے رسم الخط تیار کیا، جسے اُس نے اپنے نام سے منسوب کر لیا۔ یہ خط بھی ابتدا میں تصویری شکل میں ہی اختیار کیا گیا جو بعد میں ترقی کرتے کرتے باقاعدہ علامات اور لکیروں کی صورت میں سامنے آیا۔چینی زبان دنیا میں بولی جانے والی قدیم زبانوں میں شمار ہوتی ہے جس کا رسم الخط آج بھی تصویری شکل میں یا آڑھی ترچھی لکیروں کی صورت میں مروج ہے۔تقریباً ساڑھے چار ہزار سال ق۔م میں موئن جوڈارو اور ہڑپا سے ملنے والے قدیم آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آریوں سے پہلے وادی سندھ میں ایک نہایت متمدن قوم آباد تھی جو برتنوں پر نقش و نگار بنانے کے ساتھ ساتھ اُن پر تحریریں بھی کنداں کرتی تھی۔لیکن ان کا یہ خط ابھی تک پڑھا نہیں جا سکا۔ ماہرین کا اندازہ ہے کہ یہ خط دُنیا کا کوئی قدیم ترین خط ہوسکتا ہے کیوں کہ اس وقت دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اُس وقت کی زبان یا ان کے بادشاہوں اور شہروں کے ناموں سے واقف ہو۔ یہاں اِس بات پر توجہ دینا انتہائی اہم ہے کہ تاریخی حوالے سے تحریر یا خطوط کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ہر آنے والی قوم نے دوسری قوم کی زبان کو سیکھنے اور ترجمہ کے ذریعے اس کے ماخذ تک پہنچنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

بارھویں صدی عیسوی میں دہلی کے آس پاس کی علاقوں جن میں شمالی ہندوستان کے علاقے شامل تھے ان میں اردو کی ترقی کا دور شروع ہوا۔ اس طرح دہلی کے قریبی علاقوں میں بولی جانے والی یہ زبان اردو پر مبنی تھی اور اس زبان پر عربی اور فارسی کے ساتھ ترکی زبان کا بھی بہت زیادہ اثر پایا جاتا تھا۔بعض روایات کے مطابق اردو کا آغاز ہندی سے ہوتا ہے، کیوں کہ بعض اوقات ہندی زبان کی گرامر کی بنیاد کے باعث اسے اردو کی ”بہن“ زبان قرار دیا جاتا ہے۔تاہم، ہندی ’دیوناگری‘ میں لکھی گئی، جو کہ سنسکرت رسم الخط کی طرح ہے اور اس کے الفاظ پر فارسی اور عربی کے اثرات سے زیادہ سنسکرت کا اثر ہے۔چودھویں اور پندرھویں صدی کے دوران اردو زبان میں بہت زیادہ شعر و ادب لکھا جانے لگا۔ اب اردو زبان بنیادی طور پر برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں سے جڑی ہوئی ہے،لیکن اردو ادب کے بہت بڑے کام ہندو اور سکھ مصنّفین نے کیے

ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد، اردو کو نئے ملک کی قومی زبان کے طور پر منتخب کیا گیا۔ آج اردو دنیا کے کئی ممالک بشمول برطانیہ، کینیڈا، امریکہ، مشرق وسطیٰ اور ہندوستان میں بہت بڑی تعداد میں بولنے والے موجود ہیں۔ درحقیقت ہندوستان میں اردو بولنے والوں کی تعداد پاکستان سے بھی زیادہ ہے۔

اسی طرح جب ہم اُردو کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو اردو کے نامور محقق مولوی عبدالحق نے اپنی قواعد اُردو میں بھی اسی بات کو اپنے انداز میں پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''جب ہم اُردو زبان پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کی حالت سب سے عجیب وغریب ہے اس کی صرف ونحو کی طرف ابتداء میں نہ صرف کسی اہل ہند بلکہ ایشیا بھر میں کسی شخص کا خیال نہ گیا اور خیال کیا تو غیروں نے اور غیر بھی کیسے بات چیت اور زبان ہی میں غیر نہیں، بلکہ صورت شکل، عادات واطوار، طریق ماندوبود، طرز خیال غرض گفتار وکردار میں بھی غیر ہیں اور ایسے غیر کہ باوجودیکہ دوسو ڈیڑھ سو برس ایک سرزمین میں ایک ساتھ رہتے گزر گئے ہیں مگر اب تک غیریت نہیں گئی۔''(۵)

قدیم دور میں اگر رسم الخطوں کی بات کی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اپنے عہد کے ساتھ ساتھ دنیا میں بہت سے خط رائج رہے ہیں جن میں خط شکستہ، خط عربی، قدیم مصری رسم الخط، سمیری مسماری رسم الخط، قدیم سندھ رسم الخط، عربی سمات ابل، خطِ فنیقی، خطِ آرامی، خطِ نبطی، خطِ سطرنجیلی، خطِ مسند حمیری، خطِ عربی، خطِ کُوفی، خطِ ابن مقلہ، خطِ نسخ، خطِ تعلیق، خطِ نستعلیق، خطِ شکستہ نستعلیق اور اُردو رسم الخط وغیرہ شامل ہیں۔ اردو زبان میں ہند آریائی زبانوں کے سانچے پر قدیم ہندوستانی اور سامی زبانوں کے اثرات گہرے ہیں۔ اس کا اصل صوتی نظام خالصتاً ہند آریائی لسانیات پر قائم ہے اور یہ اصلاً آریائی زبان ہے۔ برصغیر میں آریاؤں کی آمد کے بعد، یہاں کی مقامی بولیوں اور آریائی زبانوں کے ملاپ سے پراکرتیں اور اپ بھرنش جیسی زبانیں وجود میں آئیں لیکن اعلیٰ طبقوں میں سنسکرت کا سلسلہ ہی چلتا رہا۔ مہاتما گوتم بدھ اپنے زمانے کا عظیم مصلح تھا اور اس کی تحریک سرزمین بہار سے نکل کر بنگال سے افغانستان تک پھیل گئی، انھوں اپنے پیروکاروں کو یہ تعلیم دی تھی کہ انسان کو سب کچھ اپنی زبان میں سیکھنا چاہیے۔ ان کی اس تعلیمات کا معاشرے پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے سنسکرت پر اعلیٰ طبقے کی اجارہ داری ختم ہوگئی اور اس کے بعد برصغیر میں ایک عام لسانی رواداری کی فضا قائم ہوگئی، جس کی بدولت سنسکرت کی بجائے ہند آریائی صوتی نظام کی راہ ہموار ہوئی۔ جب مسلمان یہاں آباد ہوئے تو اس وقت تک ہند آریائی کی اساس پر پراکرتی صوتی نظام جڑ پکڑ چکا تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کے ساتھ عربی، فارسی اور ترکی زبانیں یہاں آئیں لیکن یہاں کی بنیادی صوتیات کا ان پر کوئی خاص اثر نہ ہوسکا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کا ہر رسم الخط اپنے ارتقائی اُصولوں کی پابندی کے ساتھ ترقی کرتا ہے۔ ہندکو کے رسم الخط کو دنیا کے قدیم ترین خطوں میں شامل کیا جاتا ہے کیوں کہ پاکستان کی بیشتر زبانیں تھوڑی سی

تبدیلی کے ساتھ اسی رسم الخط میں لکھی جا رہی ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے ''اُردو املا و قواعد (مسائل و مباحث)'' کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے اُردو کے لیے جو دلائل پیش کیے ہیں وہ یہ ہیں:

''اُردو املا وسیع تر طرزِ تحریر ہے کہ اس میں ایک آواز کے لیے صرف ایک حرف اور ایک حرف کی صرف ایک آواز ہے۔ ایک طرف ہر بنیادی آواز کی اُردو تحریر میں ایک مخصوص علامت ہے جو اپنی آواز کو ظاہر کرتی ہے۔ دوسری طرف ضمنی یا فرعی آوازیں جو کسی ایک بنیادی آواز کے تحت آتی ہیں جُدا جُدا حرفوں کی جگہ تنہا ایک حرف سے، جو بنیادی آواز کے لیے مخصوص ہے۔''(۶)

اُردو میں صوتیہ (Phoneme) ہمارے کلام کا وہ جز ہے جس کی مزید تجزی یا تکسیر نہ ہو سکے۔ اُردو میں صوتیہ کی مجموعی تعداد ۶۷ ہے، جن میں سے مصمتے یعنی (اصوات صحیح) کی تعداد ۴۴ ہے اور مصوتے (صوت علت یا حرکات) کی تعداد دس (۱۰) ہے۔ اُردو میں موجود اصوات کے تعدد (Frequency) معلوم کرنے کے لیے کوئی ایک طریقہ کار وضع نہیں ہو سکا۔ اس لیے اس میدان میں ابھی بہت سا کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اُردو مصوتوں کا نظام چوں کہ عربی سے لیا گیا ہے۔ اس میں وسعت کی بہت بڑی گنجائش موجود ہے۔ اہل ایران نے اس میں فارسی کے تقاضوں کے مطابق اضافہ کیا ہے۔ اُردو کے مزاج کے مطابق بھی اس میں اضافہ ہوتا رہا ہے اور اسے بہتر بنانے کی کوششیں جاری ہیں۔ انھی باتوں کا اظہار ڈاکٹر رشید حسن خان نے اپنی کتاب ''اُردو اِملا'' میں بڑے واضح انداز میں کیا ہے:

''اُردو میں طویل مدّت تک املا سیّال حالت میں رہا ہے، املا کے قاعدوں کی طرف بہت دیر میں توجہ کی گئی اور اس عرصے میں بہت سے لفظوں کی غیر صحیح شکلوں نے بھی نمود حاصل کر لی۔''(۷)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کا بنیادی رسم الخط عربی ہے کیوں کہ قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے مسلمانوں کو عربی رسم الخط سے زیادہ محبت ہے، پھر عرب تاجروں کی ایران میں آمد اور اہل ایران کے ساتھ ان کے میل جول سے فارسی کا رواج ایک زمانے تک ہوتا رہا اور حکومتوں کی کاروباری زبان بھی فارسی رہی۔ اس کے بعد جب انگریز برصغیر پاک و ہند میں تجارت کی غرض سے آئے تو انھوں نے اپنی حکومت مضبوط کرنے کے لیے یہاں کی علاقائی زبانوں کے فروغ کے لیے فورٹ ولیم کالج کے قیام کی داغ بیل ڈالی۔ اس وقت فوج میں بہت سے علاقوں کے لوگ بھرتی کیے گئے جو کہ مختلف زبانیں بولتے تھے۔ اُردو سیکھنا انگریزوں لیے ضروری قرار پایا تا کہ وہ اپنے خلاف ہونے والی سازشوں اور مقامی لوگوں میں ہونے والی گفتگو پر نظر رکھ سکیں۔

املا اور رسم الخط دو الگ الگ پہلو ہیں۔ دونوں کے دائرہ کار بھی الگ ہیں۔ اس کے باوجود دونوں کا آپس میں

گہرا تعلق ہے۔ اس لیے کہ جب بھی املا کی بحث آتی ہے تو اس میں رسم الخط کا ذکر ضرور آتا ہے۔ بعض لوگوں نے اردو املا اور رسم الخط کے موضوعات کو گڈمڈ کر دیا ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ان دونوں پہلوؤں خیال انتہائی احتیاط سے رکھا جائے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> "املا دراصل لفظوں میں صحیح صحیح حرفوں کے استعمال کا نام ہے اور جو طریقہ ان حرفوں کے لکھنے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے وہ رسم الخط کہلاتا ہے۔ تقریباً یہی مفہوم انشاء اللہ خاں انشا اور غالب کے یہاں پایا جاتا ہے"۔ (۸)

انگریزوں کا اُردو زبان سیکھنا اور اس کے رسم الخط پر دسترس حاصل کرنا ان کا کوئی مرغوب شوق نہیں تھا بلکہ اُن کی مجبوری بن کر رہ گیا تھا جس کو اہل ہند نے اس نظر سے دیکھا ہے کہ:

> ''جب انگریز ہم پر پوری طرح غالب آ گئے تو اس وقت ان کی دیسی فوج کا عنصر غالب گورکھوں، مرہٹوں اور مدراسیوں پر مشتمل تھا جن میں سے اکثر خود اپنی اپنی زبان میں بھی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور انگریزوں کو کیا ضرورت تھی کہ وہ ان سب کے رسم الخط سیکھے۔ ملک کی عام زبان اُردو تھی لیکن انگریز فوجی افسر کو اُردو پڑھنا لکھنا بھی گوارا نہیں تھا۔ وہ اپنے بیروں، خانساموں سے گٹ پٹ کر لیتا تھا لیکن صوبیداروں اور حوالداروں سے کبھی کبھی تحریری ربط کی بھی ضرورت پیش آتی تھی اور انھیں جو ہدایات جاری ہوتی تھیں یا انھیں جو کتابچے پڑھائے جاتے تھے، وہ ان پر بھی اپنی نظر رکھنا چاہتا تھا۔ پس اس کی آسانی کے لیے یہ رسم الخط ایجاد کیا گیا اور چھوٹے درجے کے لشکریوں کے لیے اس میں مہارت پیدا کرنا لازم قرار پایا۔'' (۹)

بحیثیت مجموعی اگر دیکھا جائے تو اُردو رسم الخط ایک قدیم رسم الخط ہے جو خطِ نستعلیق میں لکھا جاتا ہے۔ خطِ نستعلیق دو خطوں نسخ اور تعلیق کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ جو دوسرے رس الخطوں کے مقابلے میں خوب صورت اور آسان ہے۔ مشرق کی قدیم ترین تہذیبوں میں سومیری تہذیب ترقی یافتہ تہذیب نظر آتی ہے۔ سومیری اقوام نے آج سے سات آٹھ ہزار سال قبل وادی دجلہ وفرات کی سرزمین پر ایسے ایسے کارنامے انجام دیے، کہ آج کے انتہائی ترقی یافتہ دور میں بھی ان کی رفعت کی داد دینی پڑتی ہے۔ ان کے عظیم تاریخی کارناموں میں شہر بسانے، شہری ریاستیں قائم کرنے، مضبوط حکومتیں بنانے، عدالتیں اور قانون وضع کرنے، علم وادب، فنِ تعمیر، صنعت وحرفت، تجارت اور سب سے بڑھ کر مشرق کی تاریخ کا پہلا فنِ تحریر تلاش کرنے کا سہرا بھی ان کے سر آتا ہے۔

حواشی

(۱) اعجاز راہی، تاریخِ خطاطی، (اسلام آباد: پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹس، مئی ۱۹۸۶ء)، ص ۳۵، طبع اوّل

(۲) ایضاً، ص ۴۱

(۳) محمد اسحاق صدیقی، فنِ تحریر کی تاریخ، (علی گڑھ: انجمن ترقی ہند، ۱۹۶۲ء)، ص ۸

(۴) ڈاکٹر ابو محمد سحر، اُردو رسم الخط اور املا: ایک محاکمہ، (بھوپال: مکتبۂ ادب، فروری ۱۹۹۹ء)، ص ۱۱۵

(۵) مولوی عبدالحق، قواعد اُردو، (، لاہور: مشتاق بک کارنر، ۲۰۱۳ء)، ص ۱۲

(۶) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اُردو املا و قواعد (مسائل و مباحث)، (اسلام آباد، : مقتدرہ قومی زبان، جون ۱۹۹۰ء)، ص ۱۴۳

(۷) ڈاکٹر رشید حسن خان، اُردو اِملا، (لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۲۰۱۴ء)، ص ۶۲۶

(۸) ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری، کتابیات اُردو املا اور دوسرے مسائل، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء)، ص ۱۲۹

(۹) پروفیسر فتح محمد ملک، اُردو زبان اور اُردو رسم الخط، (اسلام آباد، : مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء)، ص ۴۱۵

مآخذ:

(۱) خان، رشید حسن، ڈاکٹر، اُردو اِملا، (لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۲۰۱۴ء)، ص ۶۲۶

(۲) راہی، اعجاز، تاریخ خطاطی، (اسلام آباد: پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹس، مئی ۱۹۸۶ء)، ص ۳۵، طبع اوّل

(۳) سحر، ابو محمد، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور املا: ایک محاکمہ، (بھوپال: مکتبۂ ادب، فروری ۱۹۹۹ء)، ص ۱۱۵

(۴) شاہجہان پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر، کتابیات اُردو املا اور دوسرے مسائل، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء)، ص ۱۲۹

(۵) صدیقی، محمد اسحاق، فنِ تحریر کی تاریخ، (علی گڑھ: انجمن ترقی ہند، ۱۹۶۲ء)، ص ۸

(۶) عبدالحق، مولوی، قواعد اُردو، (، لاہور: مشتاق بک کارنر، ۲۰۱۳ء)، ص ۱۲

(۷) فتح پوری، فرمان ڈاکٹر، اُردو املا و قواعد (مسائل و مباحث)، (اسلام آباد، : مقتدرہ قومی زبان، جون ۱۹۹۰ء)، ص ۱۴۳

(۸) ملک، فتح محمد، پروفیسر، اُردو زبان اور اُردو رسم الخط، (اسلام آباد، : مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء)، ص ۴۱۵